ایک دُعا جو مَیں بھول گیا تھا
منیر نیازی

ایک دُعا

جو میں

بھول گیا تھا — !

مُنیر نیازی

کی

فکری عظمتوں کا

ایک اور سنگِ میل — !

ایک اور روشن باب — !

خالد شریف

سرورق : فاروق

قیمت : چالیس روپے

ایک دُعا جو میں بھول گیا تھا

ایک دُعا جو میں بھول گیا تھا

مُنیر نیازی

ماورا پبلشرز

۳ - بہاولپور روڈ - لاہور

باذوق لوگوں کے لیے
ھماری کتابیں
خوبصورت کتابیں
تزئین و اہتمام اشاعت

خالد شریف

ضابطہ

بار اوّل : مئی ۱۹۸۹ء

خوشنویس : عبدالمتین

ناشر : خالد شریف

طابع : مکتبۂ جدید پریس، لاہور

قیمت : ۱۴۰ روپے

ترتیب

انتساب

ناھید منیر نیازی

کے نام

ایک دُعا جو میں بھول گیا تھا

اے طائرِ مسرّت
اُڑ کر کسی شجر سے
آ بیٹھ میرے گھر پر
تیری صدائے خوش سے
خوش ہو یہ گھر ہمارا
دیکھے خوشی سے اس کو
غمگین شہر سارا

کوئی اوجھل دُنیا ہے

لمحہ لمحہ روزمرّہ زندگی کے ساتھ ہے
ایک لمحہ جو کسی ایسے جہاں کی زندگی کا ہاتھ ہے
جس میں مَیں رہتا نہیں جس میں کوئی رہتا نہیں
جس میں کوئی دن نہیں ہے رات کا پہرا نہیں
جس میں سُنتا ہی نہیں کوئی نہ کوئی بات ہے
روزمرّہ زندگی سے یوں گزرتا ہے کبھی
ساتھ لے جاتا ہے گزری عُمر کے حصّے سبھی

جو بسر اب تک ہوا اُس کو غلط کرتا ہُوا
اور ہی اِک زندگی سے آشنا کرتا ہُوا
جو گماں تک میں نہ تھا اُس کو دِکھاتا ہُوا
وہم تک جس کا نہ تھا اُس وقت کو لاتا ہُوا
پھر چلا جاتا ہے اپنے اصل کے آثار میں
اور ہم مصروف ہو جاتے ہیں پھر
اپنے روز و شب کے کاروبار میں

○

دیکھا ہی نہیں خوابِ دلآزار سے آگے
سوچا ہی نہیں ہم نے غمِ یار سے آگے

ہے مسکنِ خُوباں کہ کوئی عالمِ ہُو ہے
موجود ہے کیا سایۂ دیوار سے آگے

اِک حرفِ تاسف ہی تھا انجامِ مسلسل
افسوس تھا آغاز کے اقرار سے آگے

آتا ہی نہیں یاد جو ہے یاد سے پیچھے
کچھ وہم سے ہیں ثابت و سیّار سے آگے

دیدارِ رُخِ یار کوئی پردہ ہے شاید
ہے راز کوئی پردۂ دیدار سے آگے

لگتا ہے منیر ایسا کہ کچھ بھول گئے ہیں
اک بات جو ہے خواہشِ اظہار سے آگے

O

ہیں رواں اُس راہ پر جس کی کوئی منزل نہ ہو
جستجو کرتے ہیں اُس کی جو ہمیں حاصل نہ ہو

دشتِ نجد یاس میں دیوانگی ہو ہر طرف
ہر طرف محمل کا شک ہو پر کہیں محمل نہ ہو

وہم یہ تجھ کو عجب ہے اے جمالِ کم نما
جیسے سب کچھ ہو مگر تُو دید کے قابل نہ ہو

وہ کھڑا ہے ایک بابِ علم کی دہلیز پر
میں یہ کہتا ہوں اُسے اس خوف میں داخل نہ ہو

چاہتا ہوں میں مُنیرؔ اس عُمر کے انجام پر
ایک ایسی زندگی جو اس طرح مشکل نہ ہو

اِس جگہ سے کس جگہ

ٹوٹ کر جانا ہے ہم کو کس جگہ
تین مرکز ٹوٹ کر گُم ہو چکے ہیں اِس جگہ

صدا کا المیہ

جب تک رہے ہے وہ شہر بھی ویران ہی رہا
ہم کو بہارِ شام کا ارمان ہی رہا

ہم کھو چکے تھے وقت کو دلدار جب ملے
ہم جا چکے تھے شہر کے گلزار جب کھلے

بَین کرتی عورتیں

بَین کرتی عورتیں

رونقیں ہیں موت کی

یہ آنکھیں ہنسنے کیلئے بنی ہیں

یہ آنکھیں ہنسنے کے لیے بنی ہیں
خمار کی فضا میں
یہ زلفیں اُڑنے کے لیے بنی ہیں
بہار کی ہوا میں
یہ باتیں کہنے کے لیے بنی ہیں
وصال کی فضا میں
یہ راتیں رہنے کے لیے بنی ہیں
فراق کی ہوا میں

میری بے حسی کا ایک واقعہ

رات میں غربت کے گھر سے
شہر کی جانب چلا
لوگ تھے میرے محلّے کے کھڑے
خوف کے لہجے میں باتیں کر رہے
(شہر سے کچھ دُور روز و شب کے بود و ہست میں
چند بے ترتیب گھر تھے کھیتیوں کے وسط میں)
انگلیاں اُن کی اٹھی تھیں کھیتیوں کی سمت میں
"کچھ گلابی سانپ ہیں" اک شخص نے مجھ سے کہا
میں نے اس سے یہ سُنا اور پھر میں آگے بڑھ گیا

کیسے خواب میں آنکھیں کھولیں

کیسے خواب میں آنکھیں کھولیں
کیسے بن کو دیکھا
مَن میں اوجھل کوئل بولی
کیسے تن کو دیکھا
کیسی شام پہ بوندیں برسیں
کِس ساون کو دیکھا
سب سے چُھپ کر آنکھیں روئیں
کِس درپن کو دیکھا

میری رُوح نے خوشی کا رنگ نہیں دیکھا

صبح و شام پہ ایک ہی رنگ ہے
پریشانی کا
اور پھر جیسے ایک ایسا ہی دُوسرا رنگ ہے
پریشانی سے نجات کی حیرانی کا
جو لگتا ہے خوشی کا رنگ ہے
پر ایسا نہیں ہے
کیونکہ خوشی کا رنگ میں نے دیکھا ہے

میری روح نے نہیں دیکھا

وہ میری سوچ سے بھی زیادہ گہرائی میں رہتی ہے

وہ مجھ سے دُور

میری گزری نسلوں

میرے شہرِ آبائی میں رہتی ہے

بہت خیال فقط اُس کی اِک جھلک میں ہیں
کئی جمال ہیں —— پوشیدہ اس فلک میں ہیں

○

غم کا وہ زور اب مرے اندر نہیں رہا
اس عمر میں مَیں اِتنا ثمر ور نہیں رہا

اس گھر میں جو کشش تھی گئی اُن دنوں کیساتھ
اس گھر کا سایہ اب مرے سر پر نہیں رہا

وہ حُسنِ نو بہار ابد شوق جسم، سُن!
رہنا تھا اُس کو ساتھ مِرے پر نہیں رہا

مجھ میں ہی کچھ کمی تھی کہ بہتر میں ان سے تھا
میں شہر میں کسی کے برابر نہیں رہا

رہبر کو اُن کے حال کی ہو کس طرح خبر
لوگوں کے درمیان وہ آ کر نہیں رہا

واپس نہ جا وہاں کہ ترے شہر میں مُنیرؔ
جو جس جگہ پہ تھا وہ وہاں پر نہیں رہا

ہجرت اور مراجعت کے دوران تبدیلیاں

برسوں تنہائی میں رہ کر

جب میں شہر میں آتا ہوں

بدلا بدلا دیکھ کے اس کو

پھر واپس ہو جاتا ہوں

جاگنے کی دُھند میں

جاگنے کی دُھند میں کوئی خواب گُم ہوگیا ہے

اب یہ خواب کبھی پھر دکھائی دے گا

دکھائی دے گا یا نہیں

جاگنے کی دُھند میں کوئی چہرہ گُم ہوگیا ہے

اب یہ چہرہ پھر کبھی دکھائی دے گا

دکھائی دے گا یا نہیں

جاگنے کی دُھند میں کوئی جسم گُم ہوگیا ہے

اب یہ جسم پھر کبھی دکھائی دے گا

دکھائی دے گا یا نہیں

کہیں چلئے

شباب شب ہے جگا دیجئے کہیں چلئے
خراب دن کو بھلا دیجئے کہیں چلئے
بہارِ عُمر ہے دربازہیں محبّت کے
کہیں پہ رنگ جما دیجئے کہیں چلئے

ہرا درخت

صحنِ بہارِ نو میں کھڑا ہے ہرا درخت
جیسے ہو طشتِ سبز کے اُوپر دھرا درخت

بادِ صبا ہے اور خیالِ جمالِ مہر
ایسے بہت سے اور دنوں سے بھرا درخت

○

کاوشِ ناکام سے غم کو زیادہ کیا کریں
آج کی بے رونقی کا ہم مداوا کیا کریں
مے پئیں ، لوگوں میں جائیں بے مزہ باتیں کریں
اور اس ماحول میں اس کے علاوہ کیا کریں

ایک مسلسل

میں ایک اکیلا آدمی ہوں

کبھی تعداد میں زیادہ ہو جاتا ہوں

کبھی پھر اکیلا

مَیں قصبے، شہر، رہنے کی جگہیں

ایسی بنا لیتا ہوں جن میں مَیں خوش رہوں

راستے میں املی، جامن، نیم اور

اس قسم کے دُوسرے پیڑوں سے گزر کر

مانوس گھروں، بیٹھکوں

شناسا چہروں کا ایک منظر سجا لیتا ہوں

اس میں رہتا ہوں، اس میں پھرتا ہوں، بیٹھتا ہوں

پھر کہتا ہوں "اچھا چلتا ہوں، بہت دیر ہو گئی ہے

کل پھر اسی جگہ ملیں گے

یا پھر کسی اور جگہ ______"

______

بادِ بہارِ دیگر

یہ ہوا ہے ماہِ بہار کی

کسی گزرے دن کے پڑاؤ کی

کہیں بیتی شب کے قرار کی

یہ ہوا ہے ماہِ بہار کی

کسی اور خواہشِ سبز کی

کسی پچھلے غم کے بہاؤ کی

سرِ آسماں کسی دُور کی

سرِ سجدہ و بر کسی پار کی

یہ ہوا ہے ماہِ بہار کی

انجامِ وصلِ یار جدائی کا ہی ہُوا

دھڑکا لگا تھا جس کا بالآخر وہی ہُوا

تنہا بہت تھا اس کے نگر کی طرف سفر

گو اس میں اس کے قرب کا احساس بھی ہُوا

میری دعائیں پیچیدہ بہت ہیں

شام کا وقت ہے، دُعاؤں کی منظوری کا وقت ہے

میں کیسی دعاؤں کو یاد کروں

میری دُعائیں پیچیدہ بہت ہیں

آپس میں گڈمڈ ہو کر بے اثر ہو جاتی ہیں

میرے دل میں بہت بے اثر دُعائیں ہیں

بہت دُعاؤں کی بجائے میرے دل میں

ایک دُعا ہوتی تو اچھا ہوتا

○

کوئی داغ ہے میرے نام پر
کوئی سایہ میرے کلام پر

یہ پہاڑ ہے مرے سامنے
کہ کتاب منظرِ عام پر

کسی انتظارِ نظر میں ہے
کوئی روشنی کسی بام پر

یہ نگر پرندوں کا غول ہے
جو گرا ہے دانہ و دام پر

غمِ خاص پر کبھی چُپ رہے
کبھی رو دیے غمِ عام پر

ہے منیرؔ حیرتِ مستقل
میں کھڑا ہوں ایسے مقام پر

سکون دیتی ہے دل کو کبھی کبھی کی دُعا
کبھی کبھی کی دُعا میں ہے تازگی کی دُعا

بہت دعائیں بھی دیتی ہے بے حسی دل کو
بہت دعائیں بھی ہوتی ہیں بے دلی کی دُعا

○

ہم زباں میرے تھے ان کے دل مگر اچھّے نہ تھے
منزلیں اچھی تھیں میرے ہم سفر اچھے نہ تھے

جو خبر پہنچی یہاں تک اصل صورت میں نہ تھی
تھی خبر اچھّی مگر اہلِ خبر اچھے نہ تھے

بستیوں کی زندگی میں بے زری کا ظلم تھا
لوگ اچھے تھے وہاں کے اہلِ زر اچھے نہ تھے

ہم کو خُوباں میں نظر آتی تھیں کتنی خوبیاں
جس قدر اچھے لگے تھے اس قدر اچھے نہ تھے

اس لیے آئی نہیں گھر میں محبّت کی ہَوا
اس محبّت کی ہَوا کے منتظر اچھّے نہ تھے

اِک خیالِ خام ہی مُرشد تھا ان کا اے منیر
یعنی اپنے شہر میں اہلِ نظر اچھے نہ تھے

غلط وارث

میں غلط روائتوں کا
اچھا وارث ثابت نہیں ہوا

خرابی میں خوبی

رابطوں، رشتوں میں اُلجھن تھی بہت
اس نظامِ شہر میں رہنے کی ہمت ہی نہ کی
لفظ یہ لوگوں میں رائج تھا بہت
اس لیے اس شہر میں ہم نے محبّت ہی نہ کی

○

چار دن اُس حسنِ مطلق کی رفاقت میں کٹے
اور اس کے بعد سب دن اس کی حسرت میں کٹے

اس جگہ رہنا ہی کیوں ان شہریوں کے درمیاں
وقت سارا جس جگہ بے جا مرّوت میں کٹے

اِک قیامِ دِلرُبا رستے میں ہم کو چاہیے
چاہے پھر باقی سفر راہِ مصیبت میں کٹے

چاند پیڑوں سے پرے ہو رُک گئی ہوں بارشیں
کاش وہ لمحہ کبھی اُس بُت کی صحبت میں کٹے

اِک مثالِ بے مثال اب تک ہیں اپنے درمیاں
جن کے بازو جسم و دل حق کی شہادت میں کٹے

کاٹنا مشکل بہت تھا ہجر کی شب کو منیرؔ
جیسے ساری زندگی غم کی حفاظت میں کٹے

○

کیا خبر کیسی ہے وہ ، سودائے سر میں زندگی
اک سرائے رنج میں ہے یا سفر میں زندگی

ظُلم کرتے ہیں کسی پر اور پچھتاتے ہیں پھر
ایک پچھتاوا سا ہے اپنے نگر میں زندگی

ہم ہیں جیسے اِک گناہِ دائمی کے درمیاں
کٹ رہی ہے مستقل خاموش ڈر میں زندگی

اِک تغیّر کے عمل میں ہے جہانِ بحر و بَر
کچھ نئی سی ہو رہی ہے بحر و بر میں زندگی

یہ بھی کیسی زندگی ہے اپنے لوگوں میں منیرؔ
باہمی شفقت سے خالی ایک گھر میں زندگی

پچھتاوے کے آنسو

کتنے لوگوں کے مرنے کے بعد نکلے

میں شانت ہو کر تیری پریم کتھا لکھوں گا

میں شانت ہو کر تیری پریم کتھا لکھوں گا پاروتی — !

مجھے میرے استھان سے کسی نے

اشانت کر کے اُٹھا دیا ہے

میں اپنی جگہ سے کرودھ میں اٹھا ہوں

پاروتی بول — ! اب میں اس کرودھ کا انت کیسے کروں

اس جگ کا سروناش کر دوں

کہ دھرتی اور آکاش لگیں، پیڑوں کی پتیاں ہیں

دھنکی ہوئی روئی ہیں جو آندھی میں اُڑتی پھر رہی ہے
یا بہت دیر کے مرے ہوئے لوگوں کو جیون دے کر
ایک بہت بڑے یدھ کا سماں پیدا کر دوں

بول پاروتی کیا کروں
میں شانت ہو کر تیری پریم کتھا لکھوں گا
میں شانت ہو کر تیری پریم کتھا لکھنا چاہتا ہوں

مجھے کسی سے کچھ چھپانا ہے

مجھے کسی سے کچھ چھپانا ہے
اپنی بیوی سے جو مجھ پر یقین رکھتی ہے
جیسے وہ اپنے خدا پر یقین رکھتی ہے
اپنے بچّوں سے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے
اپنے خدا سے جو سب کچھ دیکھ رہا ہے

مجھے کسی سے کچھ چھپانا ہے

میں ایسا کیوں کرتا ہوں

میں کیوں کسی سے کچھ چھپاتا ہوں

کیا یہ عادت مجھے غیر محفوظ گزری نسلوں نے وراثت میں دی ہے

کیا میں اپنے آس پاس بستے ہوئے لوگوں کے ردِّ عمل میں

ایسا ہو گیا ہوں

یا پھر کوئی اور وجہ ہو گی

اک اَور گھر بھی تھا مرا

اِک اَور گھر بھی تھا مرا
جس میں مَیں رہتا تھا کبھی
اِک اور کُنبہ تھا مرا
بچّوں بڑوں کے درمیاں
اک اور ہستی تھی مری
کچھ رنج تھے کچھ خواب تھے
موجود ہیں جو آج بھی

وہ گھر جو تھی بستی مری

یہ گھر جو ہے بستی مری

اُس میں بھی تھی، ہستی مری

اِس میں بھی ہے، ہستی مری

اور میں ہوں جیسے کوئی شے

دو بستیوں میں اجنبی

ایک منظر

گھاٹ پر ہوا چلتی ہے
کیکروں پر پھول مہکتے ہیں
شام سجی سجی لگتی ہے

خوابوں کے مسکن

رہتے ہیں اس طرح سے خوشی میں غموں کے خواب
جیسے نئے گھروں میں پرانے گھروں کے خواب
پہلی نظر میں اُس کی کوئی ایسی بات تھی
جس میں تھے کچھ شبوں کے بہت سے دنوں کے خواب

بساطِ زیست

بساطِ زیست پہ روحوں کی ہار کتنی ہے
خموش چہرے ہیں ان میں پکار کتنی ہے
زوالِ عمر ہے یادیں پری رُخوں کی ہیں
خزاں کے بیچ میں فصلِ بہار کتنی ہے

آخری سچائی کے لئے نظم

چاہتا ہوں دیکھنا اُس کو اسی کے رنگ میں
سب عقیدوں سے پرے کی زندگی کے رنگ میں
سارے اندازوں سے آگے کی کمی کے رنگ میں

کس جگہ جاتے ہیں اے دِل اِس جہاں کے رات دن
کس جہاں میں بس رہے ہیں اس جہاں کے رات دن
اب کہاں ہیں ہستیاں جو تھیں ہمارے درمیاں
کیا انہی کے ساتھ ہوں گے پھر یہاں کے رات دن

جس زمانے میں اچھی باتیں بے معنی ہو جاتی ہیں

دو طرح کے عیب ہیں اِس شہر کی تعمیر میں
جن سے آتی ہے خرابی شہر کی توقیر میں
شرفِ انساں قید ہے اِس خوشنما زنجیر میں
مستقل شرمندگی کا مستقل اظہار ہیں
بے ریا رشتوں میں مخفی ظلم کی دیوار ہیں
رحم اور احسان دونوں روح کا آزار ہیں
ان سے نفرت پھیلتی ہے عام بود و ہست میں
اِن سے بٹ جاتے ہیں دل ہجرِ بلند و پست میں

مرد اور عورت

یوں کبھی لگتا ہے ان میں دشمنی ہے دیر کی
اس زمیں پر زیست کے آثار جتنی دیر کی
ان کو جنّت سے زمیں پر جس گھڑی پھینکا گیا
اک سزا تھی ساتھ ان کے یہ سدا کی دشمنی

سدا آئینے میں خود پر نظر رکھتا ہے کیا تو
ہمارے حال کی بھی کچھ خبر رکھتا ہے کیا تو

آخر اک دن

شبھ دن آئے پریتما
اپنی تپسّیا کے آگے
سب دُکھ ہار گئے

ذرا سی بات کو اِتنا کیا بیاں میں نے
بنا دیا شبِ ہجراں کو داستاں میں نے

زندگی میں حد بندیاں

مری حدود میں نہیں اس کی ذات کی دُنیا
مرے قیاس بس اس کے نواحِ غم تک ہیں

کچھ باتیں میں لکھ نہیں پایا

سردی کی ٹھٹھرتی شاموں کی
برکھا میں برستی سوچوں کی
گرمی میں چمکتی آنکھوں کی
سرخی میں بھڑکتے ہونٹوں کی
عمروں میں بھٹکتی یادوں کی

رات جو بارش ہوئی

شہر میں اور ساتھ کے قصبوں میں جو بارش ہوئی

اک اچانک بات تھی

گھاس ہیں محصور نالائیوں پہ بوندوں اور پتّوں کا سماں

گھات میں بیٹھی ہوں جیسے بن بیاسی ناریاں

موت میں ہوں کچھ نہاں اور زندگی میں کچھ عیاں

متصّل ہونے کی خواہش میں زمین و آسماں

چھُپ کے سازش کر رہے ہوں سازشوں کے درمیاں

کسی رہنما کی آنکھیں

اُس کی آنکھوں میں کوئی مقصد بڑا ہے

اپنی عورت سے بڑا

اپنے بچّے سے بڑا

میں اپنے باپ کے گھر کی مدافعت کروں گا

بھیڑیوں کے خلاف

خشک سالی کے خلاف

منافع خوروں کے خلاف

عدالتوں کے خلاف

میں اپنے مویشی، کھیت اور جنگل ہار جاؤں گا

میں اپنے حصّے کی یافت، آمدنی اور نفع ہار جاؤں گا

مگر میں اپنے باپ کے گھر کی مدافعت کروں گا

وہ مجھ سے میرے ہتھیار چھین کر لے جائیں گے

مگر میں صرف ہاتھوں سے اپنے باپ کے گھر کی مدافعت

کروں گا

وہ میرے ہاتھ کاٹ دیں گے

مگر میں اپنے بازوؤں سے اپنے باپ کے گھر کی مدافعت

کروں گا

بازوؤں کے بغیر

چھاتیوں کے بغیر

کندھوں کے بغیر

وہ مجھے اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے

مگر میں اپنی روح سے اپنے باپ گے گھر کی مدافعت کروں گا

میں مر جاؤں گا

میری رُوح گزر جائے گی

میرے بچّے گزر جائیں گے

مگر میرے باپ کا گھر باقی رہے گا

میرے باپ کا گھر کھڑا رہے گا

(ایک فلسطینی شاعر کی نظم کا ترجمہ)

عام آدمی

خوشی ملے تو ہنس لیتے ہیں
غم جو ملے تو رو لیتے ہیں
جو کوئی جیسی راہ بتائے
اِسی راہ پر ہو لیتے ہیں
دے دیتے ہیں اور کسی کو
اس دُنیا سے جو لیتے ہیں

ایک عہد ساز کتاب
جدید شاعری
کا مکمّل نصاب
کُلیاتِ مُنیر
قیمت: ۲۵۰ روپے